✿✿✿ تقریر ✿✿✿

تقریر بابت قرآن کریم
وقت 5-7 منٹ

"مَنۡطِقَ الطَّیۡرِ"

(تقریر نمبر1)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

وَوَرِثَ سُلَیۡمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمۡنَا مَنۡطِقَ الطَّیۡرِ وَاُوۡتِیۡنَا مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡفَضۡلُ الۡمُبِیۡنُ (النمل:17)

اور سلیمان داؤد کا وارث ہوا اور اس نے کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی زبان سکھائی گئی ہے اور ہر چیز میں سے ہمیں کچھ عطا کیا گیا ہے۔ یقیناً یہ کھلا کھلا فضل ہی ہے۔

کس قدر ظاہر ہے نور اُس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا
ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

(درثمین)

معزز سامعین! مجھے آج حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک اہم دعویٰ "عُلِّمۡنَا مَنۡطِقَ الطَّیۡرِ" پر گفتگو کرنی ہے۔ حضرت سلیمانؑ، حضرت داؤدؑ کے بیٹے تھے۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت داؤدؑ کے 19 بچے تھے اور حضرت داؤدؑ سب سے زیادہ ٹرسٹ حضرت سلیمانؑ پر اُن کی عقلمندی اور سوجھ بوجھ کی وجہ سے کرتے تھے۔ آپؑ علمی وارث بنے۔ اس لئے آپؑ نے اپنا جانشین حضرت سلیمانؑ کو مقرر فرمایا۔ آپؑ گو بادشاہ تھے مگر اللہ کے نبی بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں پانچ سورتوں میں مختلف جگہوں پر حضرت سلیمانؑ کا ذکر کیا ہے۔ اُن میں سے ایک سورۃ النمل کی آیت 17 میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

سلیمان داؤد کا وارث ہوا اور اس نے کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی زبان سکھائی گئی ہے اور ہر چیز میں سے ہمیں کچھ عطا کیا گیا ہے۔ یقیناً یہ کھلا کھلا فضل ہی ہے۔

اس دعویٰ میں حضرت سلیمانؑ نے دو باتیں کہی ہیں۔

اوّل۔ ہمیں پرندوں کی زبان (بولی) سکھائی گئی ہے۔

دوم۔ ہمیں ہر ضروری چیز یعنی تعلیم دی گئی ہے۔

جو سبق یہاں حضرت سلیمانؑ نے ہمیں دیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ پر انعامات نازل کئے ہیں تو اُسے خدا تعالیٰ کا فضل قرار دے کر اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ کے الفاظ میں اپنے خالق، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ یعنی جب بھی آپ کوئی نعمت پائیں اور اللہ کا فضل آپ پر ہو تو پھر پرندے کی طرح اللہ تعالیٰ کی تسبیحات کرنی چاہئیں۔

مَنۡطِقَ الطَّیۡرِ کے متعلق بہت سے مفسّرین نے اپنی اپنی سمجھ اور عقل کے مطابق اِس کی مختلف توجیہات اور استدلات کیے ہیں۔ لیکن جو معنی اور اِس کی تفسیر حضرت مسیح موعودؑ اور ہمارے خلفاء نے کی ہے۔ اُس نے ہی مجھے یہ تقریر لکھنے پر قائل کیا ہے۔

اس کے معنی روحانی اور کشفی ہیں۔ طَیۡر پرندے اور پکھیرو کو کہتے ہیں۔ جن میں سے بعض تیز رَو، پوری قوّت اور استقامت سے بلندیوں پر پرواز کرتے ہیں کہ سمندروں کے سمندر عبور کر جاتے ہیں اور پہاڑوں کی چوٹیوں اور بلندیوں پر بسیرا کرتے ہیں۔ طیّارہ کا لفظ بھی اِسی سے مُستعار لیا گیا ہے۔ جس کے معنے ہوائی جہاز کے ہیں۔ طیّار

اُڑنے والے، دوڑنے والے اور پَروں والے پرندہ کو کہتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتب اور تصنیفات میں لفظ "تیار" کو "طیّار" ط سے لکھا ہے۔ غالباً اِس میں یہ اشارہ ہے کہ مومن ہر وقت اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کے لیے ہمیشہ طیّار بیٹھا نظر آتا ہے یعنی اُڑنے کو تیار ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس مضمون کو یوں ادا فرمایا ہے:

جِسْمِیْ یَطِیْرُ اِلَیْكَ مِنْ شَوْقٍ عَلَا

یَالَیْتَ كَانَتْ قُوَّةُ الطَّیَرَانِ

کہ اے محمد! میرا جسم تیری طرف بلند شوق کے ساتھ اُڑنے کو تیار بیٹھا ہے۔ کاش! مجھے اُڑنے کی قوت اور طاقت نصیب ہو جائے۔

مَنْطِقَ الطَّیْرِ کے الفاظ میں لفظ مَنْطِق بھی غور طلب ہے۔ مَنْطِق، نُطَق سے ہے۔ جس کے معنیٰ گویائی، گفتگو، بات چیت اور خوش کلامی کے ہیں۔ (علمِ منطق ایک ایسا علم ہے جو منطقی دلائل سے حق کو حق اور ناحق کو ناحق کہے) پرندے بھی ایسی مَنطِق (بولی) بولتے ہیں جس میں خدا تعالیٰ کی تسبیحات شامل ہیں۔ ایشیائی ممالک بشمول پاکستان کے دیہاتی علاقوں میں بُلبل صبح سویرے اپنی سریلی آواز سے تسبیحاتِ الٰہیہ کے رنگ بکھیر رہی ہوتی ہے اور گرمیوں بالخصوص آموں کے موسم میں کوئل چلچلاتی دھوپ میں دوپہر کو کُوک کر اپنے اللہ کی تسبیح کرتی ہیں۔

مَیں 2019ء میں جب حضرت خلیفۃُ المسیح کے نمائندہ کے طور پر سیرالیون جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے گیا تو طیّارے سے اُتر کر جب "لُنگے" میں رات بسر کی تو علی الصبح کوئل کی سریلی آواز سننے کو ملی جو اللہ کی تسبیح کر رہی تھی۔ اِسی کو مَنْطِقَ الطَّیْرِ کہتے ہیں۔ ہمارے خلفاء نے اِسی مفہوم کو مؤمنوں پر لاگو کیا ہے کہ وہ روحانی پرندے ہیں جو روحانی اور ایمانی لحاظ سے زمین پر بسیرا نہیں کر رہے ہوتے بلکہ اونچی اور بلند پرواز بھر کر اللہ تعالیٰ کے شکر کے گیت گاتے ہیں۔ یہ مؤمنوں کا مَنْطِقَ الطَّیْرِ ہے جو آج میری تقریر کا لُبِّ لباب ہے۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الاوّلؓ اِن معنوں کے اعتبار سے فرماتے ہیں:

"مَنْطِقَ الطَّیْرِ۔ یہ ایک علم ہے جس کو عبرانی زبان میں وَبرَھا عَرَف اور یونانی میں ارنی ٹولوجیا اور ہندی میں بسنت راج کی وِدّیا، عربی میں مَنْطِقَ الطَّیْرِ کہتے ہیں یعنی جانوروں کی بولیوں اور رنگوں اور اُڑنے اور بیٹھنے وغیرہ وغیرہ امور سے عجیب عجیب علمی استدلال کرتے ہیں۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ یہ سب امور کشفی تھے اور ہو سکتے ہیں جیسے امورِ برزخیہ کا حال ہے اور طَیْر ہر قسم کے سوار کو بھی کہتے ہیں اور عام طور پر کلامِ عرب میں طَایِرْ تیز گھوڑے کے سوار کو کہتے ہیں تو سلیمان علیہ السلام کا مطلب یہ ہو گا کہ رسالہ کے قواعد کی بولیاں مَیں جانتا ہوں۔ مَنْطِقَ الطَّیْرِ تین قسم کے ہیں۔ ایک تو انبیاء کو، دوسرے حکماء کو۔ تیسرے تجربہ کاروں کو۔ حضرت سلیمانؑ کو تینوں حاصل تھے۔"

(ترجمۃ القرآن سورۃ النمل آیت 17 فٹ نوٹ)

حضرت خلیفۃُ المسیح الثانیؓ اِسی آیت کے تحت فٹ نوٹ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ہم دوسری جگہ لکھ چکے ہیں کہ طَیْرٌ کے معنیٰ آسمانی پرواز کرنے والے لوگوں (یعنی برگزیدہ لوگوں) کے ہوتے ہیں۔ وہی معنیٰ اِس جگہ پرندوں کے ہیں۔"

(فٹ نوٹ۔ تفسیر صغیر سورۃ النمل آیت:17 صفحہ 619)

پھر آپؓ تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں:

"طَیْر عربی زبان میں اُڑنے والی چیز کو کہتے ہیں۔ اور استعارۃً اس سے وہ لوگ مراد ہوتے ہیں جو عالَمِ روحانی کی فضاؤں میں پرواز کرتے اور خدا تعالیٰ کے برگزیدہ اور اس کے محبوب ہوتے ہیں۔ بانی سلسلہ احمدیہ کا ایک الہام بھی ان معنوں پر روشنی ڈالتا ہے۔ آپؑ کو ایک دفعہ الہام ہوا کہ:

"ہزاروں آدمی تیرے پَروں کے نیچے ہیں۔" (تذکرہ صفحہ 272 ایڈیشن 2022ء)

اب ظاہر ہے کہ پَر ہمیشہ پرندوں کے ہی ہوا کرتے ہیں اور پرندے کے پَروں کے نیچے بیٹھنے والے بھی پرندے ہی ہوتے ہیں۔ گویا اس الہام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی پرندہ قرار دیا گیا اور پھر یہ بھی بتایا گیا کہ وہ لوگ جو آپ کی صحبت سے فیض حاصل کرنے والے ہیں۔ وہ بھی عالَمِ روحانی کے پرندے ہیں۔ اس الہام نے قرآن کریم کی اس آیت کی تشریح کر دی اور بتا دیا کہ طَیْر سے مراد جسمانی پرندے نہیں بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف پرواز کرنے والے ہیں۔ ان برگزیدہ

لوگوں کو استعارۃً اس لئے بھی پرندہ کہا جاتا ہے کہ پرندہ آسمان کی طرف اُڑتا ہے اور علوم سماوی آسمان سے نیچے کی طرف اُترتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جب کوئی چیز اوپر سے نیچے کی طرف آرہی ہوگی تو وہ سب سے پہلے اُسی کو ملے گی جو اوپر پرواز کر رہا ہوگا۔ پس عالمِ روحانی کی فضاؤں میں پرواز کرنے والے کو اس لئے بھی پرندہ کہا جاتا ہے کہ آسمانی علوم اور اسرارِ غیبی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتے ہیں وہ سب سے پہلے انہی لوگوں کو الہام یا رؤیا و کشوف کے ذریعہ معلوم ہوتے ہیں جو اوپر پرواز کر رہے ہوں اور انہی آسمانی طیور کو اللہ تعالیٰ سب سے پہلے اپنے فیوض سے متمتّع فرماتا ہے۔ پھر وہ لوگ جو ان کی صحبت میں آکر بیٹھتے ہیں وہ بھی اپنے اپنے اخلاص اور درجہ کے مطابق ان فیوض سے مستفیض ہوتے چلے جاتے ہیں۔

غرض طَیْر کے اس مفہوم کو مدّ نظر رکھتے ہوئے عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ کے یہ معنی ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے لوگوں سے کہا کہ اے لوگو! مجھے بھی وہ بولی سکھائی گئی ہے جو بلندی کی طرف پرواز کرنے والے لوگوں کو سکھائی جاتی ہے یعنی نبیوں کے معارف اور حقائق اور یہ اس لئے کہا گیا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے نزدیک حضرت سلیمان علیہ السلام نبی نہیں تھے بلکہ صرف بادشاہ تھے... پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں کے اس خیال کی تردید کی ہے اور بتایا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نبی تھے اور انہیں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہی علوم اور معارف عطا کئے گئے تھے جو اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں کو عطا کئے جاتے ہیں جو اس کی طرف پرواز کرتے ہیں اور اس کے قرب میں بہت بلند اور بالا مقام رکھتے ہیں۔“

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 356-357)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

”قرآن کریم کے نزدیک مَنْطِقَ الطَّیْرِ تو اُن لوگوں کی زبان ہے جو پرندوں کی طرح آسمان میں اُڑتے ہیں یعنی آسمانی زبان میں کلام کرتے ہیں۔“

(تعارف سورۃ النمل از ترجمۃ القرآن صفحہ 647)

حضورؒ نے تَفَقَّدَ الطَّیْرَ (سورۃ النمل: 21) کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ اُس نے ایک بلند خیال انسان کو غائب پایا اور فٹ نوٹ میں تحریر فرمایا ہے کہ ”طَیْر“ بمعنی بلند خیال انسان۔

(غریبُ القرآن)

سامعین! کتنا لطیف اور پُر معارف مضمون ہے جو ہمارے خلفاء نے بیان فرمایا اور ہماری عقلیں اس مفہوم کو تسلیم کرنے کو تیار ہیں۔ ورنہ پرندوں کی زبان سمجھنے کے حوالہ سے مفسّرین کی عجیب و غریب تفسیر کا ذکر حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں:

”غرض جس طرح دنیا کی ہر زبان میں مجاز اور استعارات کا استعمال پایا جاتا ہے اسی طرح الہامی کتابیں بھی ان استعارات کو استعمال کرتی ہیں۔ مگر وہ لوگ جو استعارہ اور مجاز کی حقیقت کو نہیں سمجھتے وہ انہیں ظاہر پر محمول کر لیتے ہیں اور اس طرح خود بھی ٹھوکر کھاتے ہیں اور دوسروں کے لئے بھی ٹھوکر کا موجب بنتے ہیں۔

یہی حال مَنْطِقَ الطَّیْرِ کا ہے۔ مفسرین نے صرف طَیْر کے لفظ کو دیکھ کر خیال کر لیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو امتیازی طور پر اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت عطا فرمائی تھی کہ انہیں تیتروں اور بٹیروں کی بولی بھی سکھا دی تھی مگر سوال یہ ہے کہ اس بولی کے سکھانے کا فائدہ کیا تھا۔ یا تو یہ تسلیم کیا جائے کہ پرندے بھی بڑے بڑے علوم اور معارف جانتے ہیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس علم سے محروم رہیں اس لئے اس نے آپ کو ان کی زبان بھی سکھا دی۔ مگر پرندے تو ایک جاہل سے جاہل اور غبی سے غبی انسان جتنی بھی عقل نہیں رکھتے پھر ان سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے کیا علم سیکھنا تھا۔ پھر اگر ان کا دماغ واقعہ میں اتنا اعلیٰ ہوتا کہ حضرت سلیمانؑ جیسے نبی کو بھی ان سے معارف اور علوم حاصل کرنے ضرورت تھی تو شریعت ان کو ذبح کرنے کی اجازت کیوں دیتی۔ اللہ تعالیٰ کا انسان کو ذبح کرنے کی اجازت نہ دینا اور جانوروں کو ذبح کرنے کی اجازت دینا صاف بتا رہا ہے کہ یہ امتیاز صرف دماغ کے فرق کی وجہ سے رکھا گیا ہے اور ان کا دماغ عام انسانی دماغ سے بھی ادنیٰ ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو ان کی زبان کس حکمت کے ماتحت سکھائی گئی تھی۔

پھر مفسّرین صرف یہیں تک بس نہیں کرتے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو تمام پرندوں کی بولیاں سکھائی گئی تھیں بلکہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہُدہُد جو ایک پرندہ تھا وہ اتنی عقل اور سمجھ رکھتا تھا کہ اس نے ملکہ سبا کی باتیں سمجھیں۔ اس کے درباریوں کی باتیں سمجھیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی باتیں سمجھیں۔ مگر ہُدہُد کی باتیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے سوا اَور کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ گویا ایک پرندہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے تمام درباری علماء اور فضلاء سے بھی بڑا تھا۔ کیونکہ وہ ان سب کی باتیں سمجھتا تھا لیکن اس کی بات کو کوئی نہیں سمجھتا تھا اور اگر کوئی سمجھتا تھا تو وہ صرف حضرت سلیمانؑ تھے۔ گویا اگر ہدہد سے کسی کو برابری حاصل تھی تو صرف حضرت سلیمان

علیہ السلام کو تھی باقی جتنے امراء اور وزراء وہ سب اُس "کھٹ بڑھئی" سے نیچے تھے۔ یہ اتنا احمقانہ نقشہ ہے کہ اس کو ایک معمولی عقل رکھنے والا انسان بھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ اگر یہ بات مانی جائے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ پرندے انسان سے افضل ہیں اور پھر ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ پرندوں کو ذبح کرنا جائز نہیں ہاں انسان کو ذبح کر کے کھانا جائز ہے کیونکہ پرندے نعوذباللہ انسان سے افضل ہیں۔ یہ تو "اندھیر نگری چوپٹ راجہ" والی بات ہوگی جس کو کوئی بھی معقول انسان تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔"

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 355-356)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اس حوالہ سے مزید فرماتے ہیں:

"حضرت سلیمانؑ، حضرت داوٗدؑ کا وارث ہوا۔ (علم و کمالات روحانی میں) اور کہا۔ اے لوگو! ہم کو علم مَنۡطِقَ الطَّیۡرِ سکھلایا گیا۔ علم مَنۡطِقَ الطَّیۡرِ کو یونانی میں ارفی سولوجیا، سنسکرت میں بسنت راج، عربی و برہا عَرف کہتے ہیں۔ یہ بڑا بھاری علم ہے۔ اس علم کے ایک شعبہ آوازوں سے شکاری لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ طبیب علاج میں اور سیّاح پانی۔ آبادی راستوں کا پتہ ان کے ذریعہ لگاتے ہیں۔ روحانی لوگ کشف والے ان کے حالات سے اعلیٰ سے اعلیٰ عجائبات حاصل کرتے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ کو دونوں قسم کے فوائد ظاہری و باطنی مَنۡطِقَ الطَّیۡرِ سے حاصل تھے۔"

(حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 284)

حضرت سلیمانؑ کے ساتھ پرندوں کے الفاظ سورۃ النمل کی آیت 18 میں بھی استعمال ہوئے ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ سلیمان کے لئے جنّ وانس اور پرندوں میں سے اس کے لشکر اکٹھے کئے گئے اور انہیں الگ الگ صفّوں میں ترتیب دیا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اِس کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:

"طَیۡرِ بہادر سوار، عرب میں بہادروں اور عمدہ فوجوں کی تعریف یہ بھی کی جاتی ہے کہ ان کے ساتھ پرندے رہتے ہیں۔ یعنی یہ دشمن کو ہلاک کرتے ہیں اور پرندے ان کا گوشت نوچ نوچ کر کھاتے ہیں اور ان کے دفن کا مجاز نہیں ہوتا۔"

(حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 285)

پھر فرمایا۔

"اَلۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ وَالطَّیۡرِ: امیر لوگ۔ غریب لوگ فاتح قوموں کی تعریف میں کہا جاتا ہے کہ پرندے ان کے ساتھ اڑتے ہیں تاکہ دشمن کی لاشیں کھائیں۔"

(حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 285)

ایک شاعر نے اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے۔

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہین ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

سامعین! قرآن کریم کے ہر لفظ میں ہم مسلمانوں کے لئے ایک سبق ہے، ایک نصیحت ہے، ایک لائحہ عمل ہے۔ حضرت سلیمانؑ کے واقعات کو ہی لیں تو اِس میں بہت سے اسباق ملتے ہیں۔ اُن میں سے ایک بڑا سبق انعامات الٰہیہ پر شکرِ الٰہی کرنا ہے جس کا اختصار سے ذکر خاکسار اوپر کر آیا ہے۔ تاہم حضرت سلیمانؑ باوجود بادشاہ ہونے کے منکسر المزاج بھی تھے اور انکساری و عاجزی اِس قدر تھی کہ ایک عورت کے آپؑ کے متعلق ایک بیان پر آپؑ ہنس دیئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور یوں گویا ہوئے۔

رَبِّ اَوۡزِعۡنِیۡۤ اَنۡ اَشۡکُرَ نِعۡمَتَکَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰہُ وَاَدۡخِلۡنِیۡ بِرَحۡمَتِکَ فِیۡ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیۡنَ (النمل:20)

کہ اے میرے ربّ! مجھے توفیق بخش کہ مَیں تیری نعمت کا شکر ادا کروں جو تُو نے مجھ پر کی اور میرے ماں باپ پر کی اور ایسے نیک اعمال بجالاؤں جو تجھے پسند ہوں اور تُو مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیکوکار بندوں میں داخل کر۔

یہ بہت جامع دُعا ہے۔ اِس میں شکر کی توفیق پانے کی اللہ تعالیٰ سے طاقت چاہی گئی ہے۔ ایسے انعامات پر شکرِ الٰہی جو مجھ پر تُو نے کی اَور میرے ماں باپ پر کی۔ نیک عمل کرنے کی توفیق کے لئے دعا کی اور اپنی رحمت سے نیک اور صالح لوگوں میں شامل کیے رکھیو۔

تقریر کے آخر پر حضرت سلیمانؑ کی دانشمندی اور بلند خیالی کا ایک واقعہ اس غرض سے بیان کر رہا ہوں کہ آپؑ واقعتاً طَیِّر تھے اور مَنْطِقَ الطَّیْر بولتے تھے۔ لکھا ہے آپؑ کے دربار میں دو عورتیں ایک بچے کے ساتھ حاضر ہوئیں۔ ہر دو کا دعویٰ تھا کہ یہ بچہ میرا ہے اُس وقت DNA کا نظام تو تھا نہیں کہ ٹیسٹ کے ذریعہ فیصلہ ہو جاتا۔ بادشاہ یعنی حضرت سلیمانؑ نے کارندوں کو حکم دیا کہ چُھری مہیا کی جائے۔ جب چُھری لائی گئی تو آپؑ نے دونوں عورتوں کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ مَیں بچے کے دو ٹکڑے کرنے لگا ہوں تا آدھا آدھا آپ کو دے سکوں۔ بچے کی حقیقی والدہ بول اُٹھی کہ بادشاہ سلامت! میرے جگر کے ٹکڑے کے دو حصّے نہ کریں۔ یہ بچہ اُس خاتون کو دے دیں۔ آپؑ سمجھ گئے کہ یہی اِس کی اصلی اور حقیقی والدہ ہے اور بچہ اُس کو تھما دیا۔

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

✡✡✡✡